QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
JANUARY- MARCH, Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

"قرآن میں یسئلونک سے شروع ہونے والے آیات میں عقیدہ اور مظاہر قدرت کا ذکر اور ان کی عصری معنویت "

BELIEF AND THE MANIFESTATIONS OF DIVINE POWER MENTIONED IN THE QUR'ANIC VERSES BEGINNING WITH 'YAS'ALŪNAKA' AND THEIR CONTEMPORARY RELEVANCE

برہان الدین:
ایم فل سکالر علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر احمد عبد الرحمن:
لیکچرار کلیہ علوم اسلامیہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract:
The Qur'anic verses that begin with the expression "Yas'alūnaka" (They ask you) represent a distinctive dialogical method through which the Qur'an addresses human curiosity, intellectual inquiry, and matters of belief. These verses respond to questions raised by the early Muslim community concerning faith, divine attributes, natural phenomena, ethical conduct, and the manifestations of Allah's power in the universe. By directing attention to cosmic signs, moral principles, and unseen realities, the Qur'an strengthens foundational Islamic beliefs while simultaneously encouraging reflection and rational engagement with the natural world. This study examines the theological dimensions and manifestations of divine power discussed in the Yas'alūnaka verses and explores their contemporary relevance in addressing modern intellectual, scientific, and spiritual challenges. The research highlights how these verses remain a source of guidance for harmonizing faith with reason and for understanding the Qur'anic approach to inquiry in every age.

Keywords: Yas'alūnaka, Islamic Belief, Divine Power

تعارف:

قرآنِ مجید ایک ایسی آسمانی کتاب ہے جو محض عقائد کی تعلیم تک محدود نہیں بلکہ انسانی فکر، عقل، وجدان اور عملی زندگی کے تمام پہلوؤں کی رہنمائی کرتی ہے۔ اس کا اسلوب نہایت حکیمانہ، فطرت کے عین مطابق اور انسانی نفسیات سے ہم آہنگ ہے۔ قرآن کریم انسان کو سوچنے، سوال کرنے اور کائنات میں پھیلے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نشانات پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ اسی فکری اور مکالماتی اسلوب کا ایک نمایاں مظہر قرآن میں وہ آیات ہیں جو "يَسْأَلُونَكَ" (وہ آپ ﷺ سے سوال کرتے ہیں) کے الفاظ سے شروع ہوتی ہیں۔ یہ آیات دراصل اس حقیقت کی ترجمانی کرتی ہیں کہ اسلام سوال کرنے، جستجو کرنے اور شعوری ایمان کو فروغ دینے والا دین ہے، نہ کہ اندھی تقلید پر مبنی نظامِ فکر۔

يَسْأَلُونَكَ سے شروع ہونے والی آیات مختلف ادوار میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کی جانب سے اٹھائے گئے اہم اعتقادی، فکری، سماجی اور کائناتی سوالات کے جوابات پر مشتمل ہیں۔ ان سوالات میں کبھی اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، کبھی قیامت اور روح جیسے غیبی امور، کبھی چاند کے گھٹنے بڑھنے، پہاڑوں، سمندروں اور قدرتی مظاہر، اور کبھی اخلاقی و معاشرتی مسائل جیسے انفاق، جہاد اور حلال و حرام کے احکام زیرِ بحث آتے ہیں۔ قرآن کریم ان سوالات کے جوابات دیتے ہوئے محض معلومات فراہم نہیں کرتا بلکہ انسانی عقل کو صحیح رخ عطا کرتا ہے اور ایمان کو مشاہدۂ کائنات کے ساتھ جوڑ دیتا ہے۔

ان آیات میں عقیدۂ توحید کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، جہاں مختلف مظاہرِ قدرت کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، ربوبیت اور قدرتِ کاملہ کی دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ سورج، چاند، رات دن کا نظام، بارش، نباتات اور دیگر قدرتی مناظر انسان کو اس بات کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ یہ کائنات کسی اتفاق کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک قادرِ مطلق اور حکیم ہستی کے منظم نظام کے تحت قائم ہے۔ يَسْأَلُونَكَ کی آیات انسان کے دل میں ایمان کو محض نظری تصور کے بجائے ایک زندہ حقیقت بنا دیتی ہیں، جو عقل، مشاہدہ اور تدبر سے مضبوط ہوتی ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
JANUARY- MARCH, Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

عقیدے کے ساتھ ساتھ ان آیات میں مظاہرِ قدرت کا ذکر ایک خاص مقصد کے تحت کیا گیا ہے، تاکہ انسان اپنی محدود عقل کے باوجود کائنات کے پس پردہ کارفرما الٰہی حکمت کو پہچان سکے۔ قرآن کریم سوالات کے جواب دیتے ہوئے انسان کو یہ شعور دیتا ہے کہ قدرت کے یہ مظاہر نہ صرف اللہ تعالیٰ کی عظمت کی نشانیاں ہیں بلکہ انسانی زندگی کی اصلاح اور فکری رہنمائی کا ذریعہ بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن ان مظاہر کو محض سائنسی حقائق کے طور پر بیان نہیں کرتا بلکہ انہیں ایمان، اخلاق اور عمل سے جوڑ دیتا ہے۔

عصری تناظر میں يَسْأَلُونَكَ کی آیات کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے، کیونکہ آج کا انسان سائنسی ترقی، فکری تنوع اور فلسفیانہ سوالات کے ایک نئے دور سے گزر رہا ہے۔ جدید انسان کائنات، زندگی اور مقصدِ حیات کے بارے میں نت نئے سوالات رکھتا ہے۔ ان حالات میں قرآن کا یہ مکالماتی اسلوب اس بات کا ثبوت فراہم کرتا ہے کہ اسلامی تعلیمات ہر دور کے فکری چیلنجز کا جواب دینے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ یہ آیات جدید انسان کو یہ پیغام دیتی ہیں کہ ایمان اور عقل میں کوئی تضاد نہیں بلکہ دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔

يَسْأَلُونَكَ کی آیات اسلامی دعوت کے اسلوب کو بھی واضح کرتی ہیں، جہاں سوال کرنے والے کو رد کرنے کے بجائے حکمت، نرمی اور دلیل کے ساتھ جواب دیا جاتا ہے۔ یہ اسلوب عصرِ حاضر میں بین المذاہب مکالمے، فکری برداشت اور علمی گفتگو کے لیے ایک مثالی نمونہ فراہم کرتا ہے۔ قرآن کریم کا یہ انداز اس بات کی رہنمائی کرتا ہے کہ جدید معاشروں میں مذہبی فکر کو کس طرح عقلی، علمی اور اخلاقی بنیادوں پر پیش کیا جا سکتا ہے، ذاتِ باری تعالیٰ سے متعلق آیت:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ ٱلدَّاعِ إِذَا دَعَانِۖ فَلْيَسْتَجِيبُواْ لِي وَلْيُؤْمِنُواْ بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ [1]

(اے پیغمبر!) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو (آپ ان سے کہہ دیجئے کہ) میں اتنا قریب ہوں کہ جب کوئی مجھے پکارتا ہے تو میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں لہٰذا وہ بھی میری بات دل سے قبول کریں، اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ راہِ راست پر آجائیں [2]۔

سوال کرنے والے کون تھے؟

اس بارے میں روایات مختلف ہیں کہ یہ سوال کن لوگوں نے پوچھا تھا۔ دونوں قسم کے روایات ملتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوال کرنے والے کافر (یہود) تھے یا مسلمان (صحابہ)۔

آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے بارے میں اس آیت کا شان نزول صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں عبادی کا لفظ اہل ایمان کے لئے ہوتا ہے جبکہ یہود مغضوب علیھم سے ہیں۔ یہی بات قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں بھی لکھی ہے [3]۔

تفسیر طبری میں ہے کہ صحابہ کرامؓ نے پوچھا:

اين ربنا فانزل الله تعالىٰ [4]

ایک روایت میں ہے کہ:

قال يهود أهل المدينة: يا محمد، كيف يسمعُ ربَّنا دعاءَنا وأنتَ تزعم أنّ بيننا وبين السماء مسيرة خمسمائة عام، وأَنَّ غِلَظَ كلِّ سماء مثلَ ذلك فنزلت هذه الآية

---

[1] البقرۃ2: 186

[2] عثمانی، محمد تقی، مفتی۔ آسان ترجمۂ قرآن۔ سورۃ البقرۃ2 : 186۔

[3] المظہری، محمد ثناءُ اللہ۔ تفسیر المظہري۔ بیروت: دار إحیاء التراث العربي، 2004۔ ج1 ص200۔

[4] طبری، محمد بن جریر. جامع البیان. مکہ مکرمہ: دار التراث العربیہ، ب.ت. سورۃ البقرۃ:53، ص181-184.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
JANUARY- MARCH, Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

"یہود نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو کیسے سنے گا جبکہ آپ ﷺ کہتے ہیں کہ ہمارے اور آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے اور اسی طرح آسمان کی موٹائی ہے؟ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی"[1]۔

دوسری روایت میں ہے کہ:

سأل أعرابيٌّ رسولَ الله ﷺ: أينَ ربُّنا قال: في السماء، على عرشه

" ایک اعرابی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ **این ربنا** تو آپ ﷺ نے فرمایا **فی السماء علی عرشه** اس پر یہ آیت نازل ہوئی"[2]۔

سوال کرنے والے متعدد بھی ہوسکتے ہیں کیونکہ اسباب نزول میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ کئی واقعات کا سبب نزول ایک ہی ہوتا ہے لیکن سوال کی منشا سمجھنا چاہئے کہ سوال کرنے والے کا مقصد کیا تھا۔ اس میں دو باتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ سوال ذات باری تعالیٰ کی ذات سے متعلق ہو کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ سوال اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں ہو۔ ایک اور احتمال امام رازیؒ نے ذکر کیا ہے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ:

"یہ سب احتمالات اس آیت میں مراد ہوسکتے ہیں کہ سوال ذات باری تعالیٰ کے ذات وصفات وافعال سے متعلق ہو لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کو ذات پر محمول کیا جائے"[3]۔

اگر سوالات ذات باری تعالیٰ سے متعلق ہو جس کو امام رازیؒ نے راجح قرار دیا ہے تو پھر عصر حاضر میں اس آیت کی معنویت اس لحاظ سے ہے کہ آیت سے ذات باری تعالیٰ کا وجود ثابت ہوتا ہے موجودہ دور میں ایسے لوگ اور فرقے پائے جاتے ہیں جو سرے سے اللہ تعالیٰ کی وجود کا انکار کرتے ہیں یہ لوگ اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ اس کائنات کو چلانے والا انسان کو پیدا کرنے والا، مارنے والا، تمام نظام کو چلانے والا کوئی ذات موجود ہے۔ بلکہ یہ لوگ زیادہ تر سائنسی تحقیقات پر بھروسہ کرکے سائنس ہی کو سب کچھ مانتے ہیں۔ دور حاضر میں یہ اس کو الحاد سے تعبیر کرتے ہیں جو کہ اس کا دائرہ کار روز بروز بڑھتا جارہا ہے۔

قیامت کے بارے میں سوال

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلسَّاعَةِ[4]

"لوگ آپ سے پوچھتے ہیں قیامت کے بارے میں (قیامت کب آئے گی)"۔

قیامت کے بارے مین یہ سوال اسی نوعیت کے ساتھ قرآن مجید میں دو جگہ آیا ہے۔

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلسَّاعَةِ [5]

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلسَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَىٰهَا [6]

---

[1] الطیار، مساعد بن سلیمان، الشھری نوح بن یحیٰ. موسوعۃ التفسیر المأثور. بیروت: دار ابن حزم، 2017م. سورۃ البقرۃ 186، ج382.

[2] ایضا.

[3] رازی، محمد بن عمر غزالدین (ت:604). مفاتیح الغیب. بیروت: دار الفکر، 1981م. سورۃ البقرۃ:187.

[4] اعراف 7 : 187

[5] اعراف 7 : 187

[6] النازعات 79 : 42

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
JANUARY- MARCH, Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

"لوگ آپ سے پوچھتے ہیں قیامت کے بارے میں کہ قیامت کب آئے گی"۔

ایک جگہ اور ہے جس میں قیامت کے بارے میں سوال ہے اس کے الفاظ تھوڑے مختلف ہیں:

يَسۡـَٔلُكَ ٱلنَّاسُ عَنِ ٱلسَّاعَةِ [1]

اس کے علاوہ سورۃ القیامۃ میں بھی یہ سوال ذکر ہے لیکن وہاں پر صیغہ واحد کے ساتھ اور **الساعة** کے بجائے لفظ **القيامة** ذکر ہے:

يَسۡـَٔلُ أَيَّانَ يَوۡمُ ٱلۡقِيَٰمَةِ[2]

ترجمہ: وہ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہو گا۔

قرآن مجید میں یہ چار مقامات ہیں جس میں قیامت کے وقوع کے بارے میں لوگوں کے سوال کا ذکر ہے اس کے علاوہ کئی مقامت میں قیامت کا ذکر ہے جس میں قیامت کا وقوع، حساب کتاب، قیامت کے آنے کا علم صرف ایک اللہ تعالیٰ کے لیے ہونا اور اس جیسے مضامین کا ذکر ہے۔

قرآن مجید میں کل 34 مقامات ایسے ہیں جس میں لفظ "**الساعة**" کے ساتھ قیامت کا ذکر ہے۔

قیامت کے بارے میں سوال کرنے والے کون تھے؟

اس بارے میں دو طرح کی روایتیں ملتی ہیں کہ یہ سوال کرنے والے کون تھے۔ تفسیر طبری میں دونوں طرح کی روایتیں موجود ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ یہ سوال کرنے والے قریش (مشرکین مکہ) تھے۔

عن قتادة قال: قالت قريش لمحمد ﷺ: إن بيننا وبينك قرابة، فأسرّها متى الساعة فأنزل الله: (يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا) [الأعراف: 187] [3]

ترجمہ: قریش نے آپ علیہ السلام سے کہا کہ ہماری اور آپ کی رشتہ داری ہے۔ ہمیں رازداری سے بتایئے کہ قیامت کب واقع ہو گی۔

ایک اور روایت:

عن ابن عباس قال:جبل ابن ابى قفير وشمول بن زيد لرسول اللهﷺ يامحمد ، اخبرنا متى الساعة ان كنت نبيًا كماتقول فانا نعلم متى هى [4]

(دو یہودیوں) جبل ابن ابی قفیز اور شمول بن زید نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اگر آپ نبی ہے (تو ہمیں بتائیں کہ) قیامت کب قائم ہو گی تا کہ ہم اس بارے میں جان سکے۔

دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ قیامت کے وقوع کے بارے میں سوال دونوں قوموں نے کیا ہے اس کا ذکر سورۃ الاعراف اور سورۃ النازعات میں ہے اور یہ دونوں سورتیں مکی ہیں۔

یہود نے جو سوال کیا ہے اس کا ذکر سورۃ الاحزاب میں ہے اور سورۃ الاحزاب مدنی سورۃ ہے۔ یہ معلوم ہے کہ مدینہ منورۃ میں نبی ﷺ کو اور مسلمانوں کو

---

[1] الاحزاب 33 : 63

[2] القیامۃ 75 : 6

[3] الطبری، محمد بن جریر۔ جامع البیان فی تأویل القرآن۔ تحقیق: احمد محمد شاکر بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2000۔ جلد 9، صفحہ 187۔ تفسیر سورۃ الأعراف، آیت 187۔

[4] ایضاً۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
JANUARY- MARCH, Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

یہود سے سابقہ پڑا تھا اسی طرح دونوں روایتوں میں تطبیق ممکن ہے۔

اگر یہ مانا جائے کہ قیامت کے بارے میں سوال کرنے والے مشرکین اور یہود دونوں ہیں پھر سوال کی نوعیت کے بارے میں اختلاف بھی ماننا پڑے گا۔ مشرکین جو سوال پوچھ رہے تھے اس کے پیچھے ان کا مقصد اور تھا اور یہود جو پوچھ رہے تھے اس کے پیچھے ان کا اور ذہن کار فرما تھا۔

مشرکین جو سوال پوچھ رہے تھے اس سے ان کا مقصد تمسخر، استہزاء اور مذاق اڑانا تھا کیونکہ مشرکین مکہ بعث بعد الموت اور قیامت کے منکر تھے جب وہ قیامت کے بارے میں اور مرنے کے بعد کی زندگی کے بارے میں سنتے تھے تو ان کو عجیب لگتا تھا اور یہ بات ان کے ذہن میں ایک ناممکن چیز تھی۔ اسی لئے یہ لوگ قیامت کا مذاق اڑاتے تھے اور بطور استہزاء یہ سوالات پوچھتے تھے۔ قرآن مجید کے مطالعہ کرنے سے ان کا طرز عمل معلوم ہوتا ہے۔ یہود چونکہ بعث بعد الموت اور وقوع قیامت کے قائل تھے اس بارے میں ان کو شک نہیں تھا لہٰذا قیامت کے بارے میں سوالات سے ان کا مقصد وقوع قیامت کا وقت معلوم کرنا تھا یا اس سے یہ لوگ آپ ﷺ کے نبوت کا امتحان لینا چاہتے تھے۔

پہاڑوں سے متعلق

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْجِبَالِ فَقُلْ يَنسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ١٠٥ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ١٠٦ لَّا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَآ أَمْتًا [1]

"اور لوگ تم سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ جواب میں کہہ دو کہ میرا پروردگار ان کو ڈھول کی طرح اڑا دے گا۔ اور زمین کو ایسا ہموار چٹیل میدان بنا کر چھوڑے گا کہ اس میں تمہیں نہ کوئی بل نظر آئے گا نہ کوئی ابھار"[2]۔

مشکل الفاظ کے معانی:

نسف: یہ لفظ مختلف الفاظ کے ساتھ مل کر مختلف معنی کے لیے اتا ہے جیسے:

نسف البناء: عمارت کو جڑ سے اکھیڑنا

نسف الجبال: پہاڑوں کو گرانا نصف الابر تن کا بھر کر بہہ جانا[3]

علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا معنی کیا ہے:

نَسَفَتِ الرِّيحُ الشَّيْءَ اَقْتَعَلَتْهُ وَأَزَالَتْهُ [4]

یعنی ہوا کا کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑ دینا اور ختم کر دینا، آیت کا معنی یہ نکلا کہ پہاڑوں کو جڑ سے نکال کر ختم کر دیا جائے گا۔

قاعًا: القاع المستوى من الارض[5]

"یعنی ہموار زمین، چٹیل میدان بھی کہا جا سکتا ہے"۔

---

[1] طٰہٰ 20: 105-107

[2] عثمانی، محمد تقی، مفتی۔ آسان ترجمۂ قرآن۔ سورۃ طٰہٰ 20: 105-107۔

[3] "نسف الجبال". لوئیس معلوف. المنجد . بیروت: دار العلم للملایین، 2000ء. ص1012.

[4] "نَسَفَتِ الرِّيحُ". الراغب الأصفهانی، المفردات في غريب القرآن. بیروت: دار النشر اللغة العربية، 2018ء۔ سورۃ طٰہٰ 20: 105-107.

[5] "قاعًا". محمد بن أبي بكر بن عبد القادر. مختار الصحاح. دار النشر اللغة العربية، 2018. ص482.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
JANUARY- MARCH, Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

مفصفًا: الصفصف المستوى من الارض [1]

یہ دونوں الفاظ ہم معنی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن زمین بلکل ہموار اور چٹیل میدان کی طرح ہو جائے گی۔

امت: المكان المرتفع [2]

اونچا مقام، بلند جگہ یعنی قیامت کے دن زمین بالکل ہموار ہو گی نہ اس میں ٹیڑھا پن ہو گا اور نہ کوئی بلند جگہ۔

شان نزول:

ان آیات کے شان نزول میں مختلف اقوال ہیں:

قال ابن عباس: سأل رجلٌ مِن ثَقيف رسولَ الله ﷺ ، فقال: كيف تكون الجبال يوم القيامة فأنزل الله هذه الآية

حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل ہے کہ بنو ثقیف کے ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ قیامت کے دن پہاڑوں کا کیا حال ہو گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی[3]۔

عن عبد الملك ابن جُرَيج، قال: قالت قريش: يا محمد، كيف يفعل ربُّك بهذه الجبال يوم القيامة؟ فنزلت: {ويسألونك عن الجبال} الآية

ترجمہ: عبد الملک بن جریج سے روایت ہے کہ قریش نے کہا: "اے محمد (ﷺ) قیامت کے دن آپ کا رب ان پہاڑوں کے ساتھ کیا کرے گا[4]۔

علامہ قرطبیؒ نے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ یہ سوال ابھی پوچھا نہیں گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اطلاع دی اگر لوگ آپ سے پہاڑ کے بارے میں پوچھے تو یہ جواب دینا اور باقی جو سوال تھے وہ لوگوں نے پوچھے تھے اور سوال پوچھنے کے بعد جواب دیا گیا[5]۔

اس لئے باقی سوالات کا جواب **قل** سے دیا گیا جو کہ ابھی پوچھا نہیں گیا تھا۔ واللہ اعلم

علامہ محمد متولی الشعراویؒ نے اس نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

السؤال عن الجبال لم يكن وقت نزول لاية ، أما الأسئلة الأخرى فكانت موجودة،وسئلت لرسول الله قبل نزول اياتها [6]

ترجمہ: پہاڑ کے بارے میں سوال آیت کی نزول کی وقت نہیں پوچھا گیا تھا اور باقی سوالات رسول الہ ﷺ سے نزول آیت سے پہلے پوچھے گئے تھے۔

قرآن مجید میں پہاڑوں کا ذکر:

قرآن مجید کے 38 مقامات ایسے ہیں جس میں پہاڑوں کا ذکر ہے۔ یہ ذکر یا تو صریح طور پر جبال، جبل کے نام سے آیا ہے یا اس مقام میں پہاڑ کی طرف

---

[1] "مفصفًا". محمد بن أبي بكر. مختار الصحاح. ص327.

[2] "امت". محمد بن أبي بكر. مختار الصحاح. ص338.

[3] مساعد بن سليمان. موسوعة التفسير المأثور. سورة طٰه 20: 105-107.

[4] مساعد بن سليمان. موسوعة التفسير المأثور. سورة طٰه 20: 105-107.

[5] قرطبي، محمد بن احمد. الجامع الاحكام القرآن. صوابی: سلمان کتب خانہ، 2009ء. ج11 ص219،218.

[6] الشعراوي، محمد متولي. تفسير الشعراوي. ب.م: مطابع أخبار اليوم، 1997ء. ج15 ص1388.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
JANUARY- MARCH, Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

اشارہ کیا گیا ہے۔

ان میں سے کچھ آیات ایسی ہیں جس میں پہاڑ کا ذکر ضمناً ہوا ہے۔ ایسی آیات کی تعداد بہت کم ہیں اس کے برعکس ان آیات کی تعداد زیادہ ہے جس میں پہاڑوں کا ذکر مظاہر قدرت کے طور پر ہوا ہے اور انسان کو اس میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے اسی طرح ان آیات میں پہاڑوں کی پیدائش اور اس کے فوائد اور قیامت کے دن اس کا ختم ہونا جیسے امور کو بیان کیا گیا ہے۔

آج سائنسی دور ہے اور ہر چیز کو سائنس سے ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے بعض لوگ تو سائنس پر اس درجے کا یقین رکھتے ہیں کہ ان کے نزدیک اگر کوئی چیز سائنس ثابت کر سکتی ہے تو اور اس کا یقین کیا جائے گا ورنہ نہیں۔ اسی طرح یہ لوگ اسلام کی ان بنیادی تعلیمات اور مسلمات کو بھی رد کر دیتے ہیں جو ان کے ہاں سائنس سے ٹکراتی ہیں۔ لیکن درست بات یہ ہے کہ دین اسلام میں اس ذات کا دین بین ہے جنہوں نے سائنس کو بھی تخلیق کیا ہے۔ سائنس کے نظریے اور تجربات ہر زمانے میں بدلتے رہتے ہیں۔ کسی زمانے میں ایک نظریہ ہوتا ہے ایسا وقت آجاتا ہے کہ وہ نظریہ باطل ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ ایک اور نظریہ جنم دیتا ہے۔ لیکن اسلام ایسی ذات کا دین ہے جو ہر قسم کے عیب و نقص سے بالاتر ہے۔ بے شک اس کا دین بھی ہر قسم کے عیوب سے پاک ہے۔ اب ہم اپنی موضوع کی طرف آتے ہیں اور وہ ہے کہ پہاڑوں کے بارے میں۔

اس موضوع میں ہم درج ذیل نکات بیان کریں گے:

۱۔ پہاڑوں کی پیدائش کیسی ہوگئی ہے (اسلامی تعلیمات اور جدید سائنس کی تناظر میں)

۲۔ پہاڑ کیسے ختم ہوں گے۔ (اسلامی تعلیمات اور جدید سائنس کی روشنی میں)

۳۔ پہاڑوں کے فوائد

پہاڑوں کی پیدائش:

سب سے پہلے قرآن و حدیث میں پہاڑوں کی پیدائش سے متعلق جو تعلیمات وارد ہوئے ہیں ان کو ذکر کیا جائے گا۔

کتب احادیث میں یہ حکم مختلف طرق سے آیا ہے جس میں کائنات (زمین آسمان، پہاڑ، حیوانات وغیرہ) کی پیدائش کا ذکر ہے چنانچہ امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب الاسماء وصفات میں یہ حدیث اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

فقال خلق الارض يوم الاحد والاثنين وخلق الجبال يوم الثلاثاء وما فيهن من المنافع وخلق يوم الاربعاء الشجر والماء والمدائن والعمران والخرابه فهذه اربعه [1]

امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابوہریرۃؓ سے نقل کیا ہے:

أخذ رسول اللهﷺ بيدي فقال: خلق الله عز وجل التربة يوم السبت، وخلق فيها الجبال يوم الأحد، وخلق الشجر يوم الاثنين، وخلق المكروه يوم الثلاثاء، وخلق النور يوم الأربعاء، وبث فيها الدواب يوم الخميس، وخلق آدم عليه السلام بعد العصر من يوم الجمعة في آخر الخلق في آخر ساعة من ساعات الجمعة بين العصر إلى الليل [2]

ان احادیث سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

[1] بیھقی، احمد بن حسین بن علی، ابو بکر، الأسماء والصفات، جدہ، مکتبۃ السوادی 1993ء، ج2، ص602

[2] مسلم، مسلم بن الحجاج ابو الحسین. صحیح مسلم. کراچی: مکتبۃ لدھیانوی، 2017ء. کتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب ابتداء الخلق وخلق آدم عليه السلام، رقم: 7054، ج8 ص167.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
JANUARY- MARCH, Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

۱۔ کائنات کی پیدائش تدریجاً ہوئی ہے۔ یعنی یہ نہیں کہ سب کچھ ایک دم نمودار ہوا، بلکہ وقفہ وقفہ سے زمین وآسمان، سورج وچاند وغیرہ اشیاء کی پیدائش ہوئی۔

۲۔ سب سے پہلے زمین کی پیدائش ہوئی ہے۔

۳۔ پہاڑوں کی پیدائش زمین کے بعد ہوئی۔

ان احادیث میں ہماری موضوع سے متعلق بات ہے وہ ہے کہ پہاڑوں کی پیدائش۔ اب ہم ذرا اس پر روشنی ڈالتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر احادیث سے معلوم ہوا کہ پہاڑوں کی پیدائش زمین کے بعد ہوئی ہے۔ ان کی تائید قرآن کریم کی مختلف آیات سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ سورۃ النباء کی آیت ہے:

وَٱلۡجِبَالَ أَوۡتَادٗا [1]

"اور ہم نے پہاڑوں کو میخ بنائے"۔

اس آیت کی تفسیر میں مقاتل بن سلیمانؒ سے منقول ہے:

علي الارض لئلا تزول باهلها فاستقرت [2]

"پہاڑوں کو زمین پر میخیں لگائے تاکہ یہ ہل نہ سکے"۔

آگے فرماتے ہیں:

وخلق الجبال بعد خلق الارض [3]

اور پہاڑوں کو زمین کے بعد پیدا فرمایا:

۲۔ دوسری آیت:

وَأَلۡقَىٰ فِي ٱلۡأَرۡضِ رَوَٰسِيَ أَن تَمِيدَ بِكُمۡ وَأَنۡهَٰرٗا وَسُبُلٗا لَّعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُونَ [4]

یہ آیت ان ہی الفاظ کے ساتھ قرآن مجید میں دو جگہ آیا ہے:

(۱) سورۃ النحل آیت ۱۵ (۲) سورۃ لقمان آیت ۱۰

وَأَلۡقَىٰ فِي ٱلۡأَرۡضِ رَوَٰسِيَ أَن تَمِيدَ بِكُمۡ [5]

وَأَلۡقَىٰ فِي ٱلۡأَرۡضِ رَوَٰسِيَ أَن تَمِيدَ بِكُمۡ [6]

جس کا ترجمہ اس طرح ہے:

---

[1] النباء 78 : 7

[2] مقاتل بن سلیمان، ابوالحسن. بیروت: دارالاحیاء التراث، ب.ت. ج4 ص558.

[3] مقاتل بن سلیمان، ابوالحسن. بیروت: دارالاحیاء التراث، ب.ت. ج4 ص558.

[4] النحل 16 : 15

[5] النحل 16 : 15

[6] لقمان 31 : 10

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
JANUARY- MARCH, Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

"اور زمین پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ تمہیں لے کر ڈگمگائے نہیں"[1]۔

رَوٰسِيَ کا معنی ہے مضبوط پہاڑ۔

ان میں جو مشترک بات یہ ہے کہ یہ پہاڑ زمین پر گاڑھے قدرت کی طرف سے تاکہ یہ زمین ہل نہ سکے۔ سورۃ النباء میں اس کو کیل (میخ) سے تعبیر کیا گیا ہے اس لئے کہ کیل کا کام بھی مضبوط کرنا ہوتا ہے۔

اس بارے میں عبداللہ بن عباسؓ سے ایک اثر بھی منقول ہے۔ جس کو امام حاکم نے "مستدرک" میں نقل کیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

لَمَّا أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَخْلُقَ الْخَلْقَ أَرْسَلَ الرِّيحَ، فَتَسَحَّبَتِ الْمَاءَ حَتَّى أَبْدَتْ عَنْ حَشَفَةٍ وَهِيَ الَّتِي تَحْتَ الْكَعْبَةِ، ثُمَّ مَدَّ الْأَرْضَ حَتَّى بَلَغَتْ مَا شَاءَ اللَّهُ مِنَ الطُّوَلِ وَالْعَرْضِ، قَالَ: وَكَانَتْ هَكَذَا تَمْتَدُّ وَأَرَانِي ابْنُ عَبَّاسٍ بِيَدِهِ هَكَذَا وَهَكَذَا، قَالَ:جَعَلَ اللَّهُ الْجِبَالَ رَوَاسِيَ أَوْتَادًا

> " پھر اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلایا یہاں تک کہ زمین لمبائی اور چوڑائی میں اس حد پھیلی جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے ہاتھ کے ذریعے اشارہ سے سمجھایا کہ یہ زمین ایسی ہل رہی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مضبوط پہاڑوں کو میخیں بنادیئے[2]۔

یہ تھے اسلامی تعلیمات کائنات اور پہاڑوں کی پیدائش کے بارے میں، زیادہ تفصیلات معلوم نہیں کہ یہ پیدائش کب ہوئی اور پہاڑ بننے کا عمل کیسے شروع ہوا؟ لیکن بنیادی طور پر پہاڑوں کی پیدائش اور بناوٹ کی طرف اشارے ملتے ہیں جو آج کی جدید ٹیکنالونی کی دور میں واضح سامنے آرہے ہیں۔

اب پہاڑوں کی پیدائش سائنس کے تناظر میں بیان کیا جارہا ہے کہ پہاڑوں سے متعلق سائنسی نظریات کیا ہیں۔

یہ بات مسلم ہے کہ ہر دور میں سائنس کی نظریات بدلتے رہتے ہیں۔ ایک زمانے میں ایک نظریہ قائم ہوتا ہے کسی چیز سے متعلق اور آگے چل کر مشاہدات اور تجربات اس نظریہ کو رد کرکے دوسرا نظریہ قائم کیا جاتا ہے۔ یہ مسئلہ پہاڑوں کی پیدائش (بناوٹ) سے متعلق بھی ہے۔

کافی عرصہ سے سائنسدان اس بارے میں سوچ رہے ہیں کہ زمین پر یہ پہاڑ کیسے بن گئے ہیں اس سوچ کے نتیجہ میں مختلف نظریات سامنے آئے۔ ایک نظریہ یہ تھا کہ یہ زمین پھٹ گئی اور پہاڑ اس میں سے نمودار ہوگئے۔

چاند کے بارے میں سوالات

چاند بھی قدرت کے مظاہر میں سے ایک نشانی ہے عام انسانوں کے لیے چاند کے ذریعے حساب کتاب کرنا اور دن، ہفتوں اور مہینوں کا حساب معلوم کرنا انتہائی آسان ہے۔ دین اسلام میں آسانی ہے اس لئے اسلامی عبادات میں سے بعض عبادات کا تعلق براہ راست چاند کے ساتھ ہے جیسے روزہ اور حج وغیرہ۔ چاند کی پیدائش، اس کی روشنی اور حساب کتاب کو باری تعالیٰ نے بار بار قرآن پاک میں بطور احسان کے فرمائے ہیں۔ قرآن مجید میں ایک سورۃ "سورۃ القمر" چاند کے نام سے ہے۔

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْأَهِلَّةِ ۖ قُلْ هِيَ مَوَٰقِيتُ لِلنَّاسِ وَٱلْحَجِّ ۗ وَلَيْسَ ٱلْبِرُّ بِأَن تَأْتُوا۟ ٱلْبُيُوتَ مِن ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ ٱلْبِرَّ مَنِ ٱتَّقَىٰ ۗ وَأْتُوا۟ ٱلْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَٰبِهَا ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ [3]

---

[1] عثمانی، محمد تقی، مفتی۔ آسان ترجمۂ قرآن۔ سورۃ لقمان 31 : 10، ص801۔

[2] حاکم، محمد بن عبداللہ، ابو عبداللہ. المستدرک علی الصحیحین. بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1990م. کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ عم یتساءلون، ج2 ص556، رقم:3889.

[3] البقرۃ2 :189

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
JANUARY- MARCH, Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

ترجمہ:"وہ تم سے چاند کے متعلق سوال کرتے ہیں کہہ دو یہ لوگوں کے فوائد اور حج کے اوقات ہیں اور تقوی یہ نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کے پچھواڑوں سے داخل ہو بلکہ تقویٰ ان کا تقوی ہے جو حدود الٰہی کا احترام ملحوظ رکھیں۔ گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ"۔

سوال کرنے والے کون تھے:

سوال کرنے والے مسلمان صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم تھے بعض روایات میں ہیں کہ دو انصاری صحابہ معاذ بن جبلؓ اور ثعلبہؓ نے یہ سوال پوچھا تھا۔ تفسیر در منثور میں ابن عساکر کے حوالے سے نقل کیا ہے:

نزلت في معاذ بن جبل وثعلبه بن غنمہ وهما رجلان من الانصاري قال يا رسول الله ما زال الهلال يبدا ويطلع دقيقا مثل المحيط ثم يريد حتى يعزموا ويستوي ثم لا يزال يبقى حتى يعود كما كان لا يكون على حالا واحدا [1]

ترجمہ: یہ معاذ بن جبل اور ثعلبہ بن غنمہ انصار کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب انہوں پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ چاند ہمیشہ باریک کیوں طلوع ہوتا ہے یہاں تک کہ پورا ہو جاتا ہے اور پھر پہلی حالت کہ طرح ہو جاتا ہے۔ یہ ایک ہی حالت پر کیوں نہیں رہتا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی لوگوں نے یہ سوال پوچھا تھا کوئی مخصوص نام ذکر نہیں ہے[2]۔

دونوں قسم کی روایات میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ یہ سوال مختلف لوگوں نے مختلف احوال میں پوچھا ہو گا اور سب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

یہاں پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ چاند سے متعلق جو سوال پوچھا گیا تھا اس کا جواب آیت کی ایک جز میں ہے آیت کا دوسرا جز جو ولیس البر سے شروع ہوتا ہے اس کا شان نزول الگ ہے مفسرین نے اس کا الگ شان نزول بیان کیا ہے یہ ممکن ہے کہ آیت کا ایک ٹکڑے کے لیے شان نزول اور واقعہ الگ ہو سکتا ہے جیسا کہ علوم القران کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی:

أهلہ: یہ **ھلال** کی جمع ہے اور ہلال کا معنی ہے:

أول ليلة والثانية والثالثة [3]

لغت کی کتاب المعجم الوسیط میں اس کا معنی لکھا ہے:

غرة القمر الٰی سبع ليال من الشهر [4]

"یعنی مہینہ کی پہلی سات راتوں کو ہلال کہا جاتا ہے"۔

---

[1] الدر المنثور فی تفسیر الماثور. ج1 ص490.

[2] الدر المنثور فی تفسیر الماثور. ج1 ص490.

[3] مختار الصحاح. ص596.

[4] "أهله". مجمع اللغة العربية. المعجم الوسيط. باب الهمزة.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
JANUARY- MARCH, Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

اعراب: **ھلال** راکی زبر **ھَلال** اور زیر **ھِلال** دونوں کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے۔

المواقیت: یہ میقات کی جمع ہے، میقات کا معنی ہے:

الموعد اللذی جعل له وقت [1]

جس کے لئے وقت مقرر کیا گیا ہو۔

علامہ راغب اصفہانیؒ اس کا معنی کرتے ہیں:

والمیقات الوقت لشئی والوعد الذی جعل له وقت

"میقات مقررہ وقت یا وعدے کو کہا جاتا ہے جس کے لئے وقت مقرر کیا گیا ہو"۔

سوال کرنے کا مقصد:

یہاں پر چاند کے بارے میں سوال کرنے کا کیا مقصد تھا؟ چاند کے بارے میں ہر کوئی مشاہدہ کر سکتا ہے۔ جسم سے لوگ دیکھتے رہتے ہیں اور اسی سے مہینوں کا حساب کتاب کرتے ہیں پھر اس سوال پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

اس کا ایک جواب یہ ہے جیسا کہ شان نزول میں گزر گیا کہ سوال پوچھنے والے حضرت معاذ بن جبلؓ تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ یہود چاند کے بارے میں ان سے بہت سوالات پوچھا کرتے تھے۔ یہود چونکہ اہل کتاب تھے اس لئے وہ مسلمانوں سے بطور امتحان ایسے سوالات پوچھا کرتے تھے کہ مسلمان اس کے بارے میں کیا جواب دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت معاذ بن جبلؓ نے نبی ﷺ سے اس کے متعلق سوال پوچھا، علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

فقال معاذ یا رسول اللہﷺ ان الیھودتغشاناوتکثرون مسئالتنا عن الاھلہ

ترجمہ: معاذ نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ! یہ یہود ہمیں گھیر لیتے ہیں اور چاند کے بارے میں ہم سے بہت زیادہ سوالات پوچھتے ہیں۔

روح کی حقیقت

وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا [2]

"اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے"۔

شان نزول:

صحیح بخاری میں اس آیت کی شان نزول اس طرح ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ

بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَرْثٍ، وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى عَسِيبٍ، إِذْ مَرَّ الْيَهُودُ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: سَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ فَقَالَ: مَا رَابَكُمْ إِلَيْهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا يَسْتَقْبِلُكُمْ بِشَيْءٍ تَكْرَهُونَهُ، فَقَالُوا: سَلُوهُ، فَسَأَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ، فَأَمْسَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِمْ شَيْئًا، فَعَلِمْتُ أَنَّهُ يُوحَى إِلَيْهِ، فَقُمْتُ مَقَامِي، فَلَمَّا نَزَلَ الْوَحْيُ قَالَ: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ

[1] "المواقیت". مجمع اللغة العربیة. معجم الوسیط. ص 1091.

[2] بنی اسرائیل 17 : 85

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
JANUARY- MARCH, Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلا قَلِيلا

میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے غیر آباد حصے میں چل رہا تھا آپ علیہ السلام کے دست مبارک میں ایک چھڑی کھجور کی شاخ کی تھی آپ کا گزر چند یہودیوں پر ہوا یہ لوگ آپس میں کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے متعلق سوال کرو دوسروں نے منع کیا مگر سوال کرنے والوں نے سوال پوچھا یہ سوال سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکڑی پر ٹیک لگا کر خاموش کھڑے ہو گئے جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ آپ پر وحی نازل ہونے والی ہے کچھ وقفے کے بعد وحی نازل ہوئی تو آپ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی:[1]

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ-[2]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ سوال براہ راست یہود نے نبی علیہ السلام سے پوچھا تھا اور یہ واقعہ مدینہ منورہ میں پیش آیا جبکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال مشرکین نے پوچھا تھا اور یہ کہ یہ واقعہ مکہ مکرمہ کا ہے اس لحاظ سے دونوں روایات میں بظاہر تعارض ہے۔[3]

ذوالقرنین سے متعلق سوال

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَن ذِي ٱلْقَرْنَيْنِ ۖ قُلْ سَأَتْلُواْ عَلَيْكُم مِّنْهُ ذِكْرًا ٨٣ إِنَّا مَكَّنَّا لَهُۥ فِي ٱلْأَرْضِ وَءَاتَيْنَٰهُ مِن كُلِّ شَىْءٍ سَبَبًا ٨٤ فَأَتْبَعَ سَبَبًا [4]

ترجمہ: ”اور یہ لوگ تم سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دو کہ میں ان کا کچھ حال تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں بے شک ہم نے ان کو زمین میں اقتدار بخشا تھا اور انہیں ہر کام کے وسائل عطا کیے تھے جس کے نتیجے میں وہ ایک راستے کے پیچھے چل پڑے“۔

شان نزول:

إِنَّ الْيَهُودَ اجْتَمَعُوا فَقَالُوا لِقُرَيْشٍ حِينَ سَأَلُوهُمْ عَنْ شَأْنِ مُحَمَّدٍ وَحَالِهِ سَلُوا مُحَمَّدًا عَنِ الرُّوحِ، وَعَنْ فِتْيَةٍ فُقِدُوا فِي أَوَّلِ الزَّمَانِ، وَعَنْ رَجُلٍ بَلَغَ شَرْقَ الْأَرْضِ وَغَرْبَهَا، فَإِنْ أَجَابَ فِي ذَلِكَ كُلِّهِ فَلَيْسَ بِنَبِيٍّ، وَإِنْ لَمْ يُجِبْ فِي ذَلِكَ كُلِّهِ فَلَيْسَ بِنَبِيٍّ، وَإِنْ أَجَابَ فِي بَعْضِ ذَلِكَ وَأَمْسَكَ عَنْ بَعْضِهِ فَهُوَ نَبِيٌّ فَسَأَلُوهُ عَنْهَا

”کہ قریش نے یہود سے نبی علیہ السلام کے بارے میں پوچھا کہ واقعی وہ نبی ہیں یا نہیں یہود نے ان سے کہا کہ ان سے تین سوال پوچھو پہلا سوال روح کے بارے میں دوسرا سوال ان جوانوں کے بارے میں پوچھو جو پہلے زمانے میں کچھ عرصہ گم ہو گئے تھے تیسرا سوال اس شخص کے بارے میں پوچھو جس نے مشرق اور مغرب کا سفر کیا ہے کہ وہ کون تھا؟ اگر اس نے ان تینوں سوالوں کا جواب دیا تو یہ نبی ہیں اور اگر جواب نہیں دیا تو یہ نبی نہیں ہیں اگر ان میں سے بعض سوالوں کا جواب دیا اور بعض کا نہیں دیا تو سمجھ جاؤ کہ وہ نبی ہیں تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئیں“[5]۔

---

[1] البخاري. الجامع الصحیح. کتاب التفسیر، باب قولہ ویسئلونک عن الروح، ج3 ص202، رقم: 4721.

[2] بنی اسرائیل 17 : 85

[3] واحدی، علی بن احمد، النیشاپوری. اسباب النزول. دمام: دارالإصلاح، 1913م. سورۃ بنی اسرائیل، ص 291.

[4] الکہف 18 : 83

[5] واحدی، علی بن احمد، ابوالحسن. اسباب النزول، دمام: دارالاصلاح، ب. ت. ص292

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
JANUARY- MARCH, Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

یہود نے یہ سوال براہ راست آپ علیہ السلام سے پوچھا تھا[1]۔ اس کے متعلق محدثین فرماتے ہیں کہ اس جگہ راوی نے اختصار سے کام لیا یہ سوالات یہود کے تھے مگر قریش کے ذریعے سے پوچھے گئے تھے[2]۔

ذوالقرنین کون تھے؟

قرآن مجید کی سورۃ کہف رکوع 11 میں ذوالقرنین کا ذکر آیا ہے یہ ذکر 16 آیات پر مشتمل ہیں جس میں ذوالقرنین کی بادشاہی اور ان کے اسفار کا ذکر ہے اسی طرح یاجوج وماجوج کا ذکر بھی ان کے واقعہ میں ہے کہ انہوں نے یاجوج وماجوج کو دیوار کے پیچھے بند کر دیا تھا قرآن مجید نے اپنے خاص اسلوب اور طرز بیان کے مطابق یہ واقعہ ذکر کیا ہے لیکن اس کی تفصیلات بیان نہیں فرمائی کہ ذوالقرنین کون تھا اس کا زمانہ کون سا تھا وغیرہ وغیرہ۔

قرآن مجید تاریخ کا صرف اتنا حصہ ذکر کرتا ہے جس سے کوئی فائدہ دین یا دنیا کے متعلق ہو یا جس پر کسی ضروری چیز کا سمجھنا موقوف ہو اس لیے نہ قرآن حکیم نے ان چیزوں کو بتلایا اور نہ کسی صحیح حدیث میں اس کی تفصیلات بیان کی گئی اور نہ قرآن کریم کی کسی آیت کا سمجھنا ان چیزوں کے علم پر موقوف ہے لہذا صرف تاریخی روایات ہیں جن میں ذوالقرنین سے متعلق تفصیلات ملتے ہیں مفسرین نے بھی اس معاملے میں جو کچھ لکھا وہ سب انہی تاریخی روایات کا مجموعہ ہے اس لیے ان میں اختلافات بے شمار ہیں۔

نتائج البحث

قرآنِ مجید میں يَسْأَلُونَكَ سے شروع ہونے والی آیات ایک منفرد مکالماتی اسلوب کی حامل ہیں جو انسانی عقل، فطری جستجو اور فکری سوالات کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ انہیں ہدایت کا ذریعہ بھی بناتا ہے۔ ان آیات کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلام سوال کرنے کے عمل کو منفی نہیں سمجھتا بلکہ صحیح نیت، خلوص اور طلبِ حق کے ساتھ اٹھائے گئے سوالات کو ایمان کی پختگی کا سبب قرار دیتا ہے۔ يَسْأَلُونَكَ کی آیات میں جہاں ایک طرف بنیادی عقائد، خصوصاً توحید، رسالت اور آخرت کا بیان ملتا ہے، وہیں دوسری طرف مظاہرِ قدرت جیسے چاند، پہاڑ، روح اور قیامت جیسے امور کو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ کی دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ان جوابات کے ذریعے قرآن کریم یہ واضح کرتا ہے کہ کائنات کا ہر مظہر ایک بامقصد نظام کے تحت چل رہا ہے جس کا خالق و مدبر ایک ہی ہے۔ یہ آیات اس حقیقت کو بھی اجاگر کرتی ہیں کہ انسانی عقل کی ایک حد ہے اور غیبی امور کے معاملے میں وحی ہی اصل رہنمائی فراہم کرتی ہے، جس سے ایمان بالغیب کا تصور مضبوط ہوتا ہے۔ مزید برآں، ان آیات میں سوال کرنے والوں کی مختلف نیتوں کے باوجود قرآن کا اسلوب حکمت، اعتدال اور جامعیت پر مبنی نظر آتا ہے، جو دعوتِ اسلامی کے لیے ایک مؤثر نمونہ فراہم کرتا ہے۔

سفارشات

1. يَسْأَلُونَكَ سے شروع ہونے والی آیات کو عصری فکری اور سائنسی تناظر میں باقاعدہ نصابی اور تحقیقی سطح پر شامل کیا جائے تاکہ جدید ذہن کو قرآن کے مکالماتی اسلوب سے روشناس کرایا جاسکے۔
2. اسلامی عقائد کی تدریس میں سوال وجواب کے قرآنی اسلوب کو اپنایا جائے تاکہ طلبہ میں غور وفکر، تدبر اور شعوری ایمان کی صلاحیت فروغ پاسکے۔
3. جدید فکری شبہات اور الحادی سوالات کے جواب کے لیے يَسْأَلُونَكَ آیات کو بطور بنیادی ماخذ استعمال کرتے ہوئے معاصر تحقیقی مطالعات انجام دیے جائیں۔
4. قرآن کریم میں مذکور مظاہرِ قدرت اور جدید سائنسی انکشافات کے باہمی تعلق پر بین العلومی تحقیق کی حوصلہ افزائی کی جائے۔
5. دعوت واصلاح کے میدان میں قرآن کے حکیمانہ مکالماتی اسلوب کو اختیار کرتے ہوئے برداشت، علمی استدلال اور مثبت مکالمے کو فروغ دیا جائے۔

---

[1] سیوطی، عبد الرحمٰن بن ابی بکر، جلال الدین. الدر المشور فی التفسیر المأثور. بیروت: دار الفکر، ب. ت. سورۃ الکھف، ج5 ص435.

[2] سیوہاروی، حفظ الرحمٰن، مولانا۔ قصص القرآن۔ کراچی: مکتبۃ الشیخ، ج۔ن۔ ج2 ص87۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
JANUARY- MARCH, Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

کتابیات

1۔القرآن الکریم۔

2۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن إسماعیل بن إبراہیم بن مغیرہ ، بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، دار الفکر۔

3۔ مسلم، ابن الحجاج ابو الحسن القشیری النیسابوری، الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

4۔الجصاص، أحمد بن علي أبو بكر الرازي الجصاص الحنفي (ت370ھ) أحكام القرآن. بیروت: دار إحياء التراث العربي، 1405ھ۔

5۔حاکم، محمد بن عبد اللہ، ابو عبد اللہ. المستدرک علی الصحیحین. بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1990م۔

6۔الطبری، محمد بن جریر۔ جامع البیان فی تأویل القرآن۔ تحقیق: احمد محمد شاکر بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2000۔

7۔عثمانی، محمد تقی، مفتی۔ آسان ترجمۂ قرآن۔ کراچی: مکتبہ معاف القرآن، ت،ن۔

8۔المظہری، محمد ثناء اللہ۔ تفسیر المظہری۔ بیروت: دار إحیاء التراث العربی، 2004۔

9۔رازی، فخر الدین محمد۔ مفاتیح الغیب فی تفسیر القرآن۔ تحقیق: دار التراث العربی، بیروت، 2003۔

10۔السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن۔ الدر المنثور في التفسیر بالمأثور۔ بیروت: دار الفکر، 2005۔

11۔الرازي، محمد بن أبي بكر. مختار الصحاح. دار النشر اللغة العربية، 2018.

12۔سیوہاروی، حفظ الرحمٰن، مولانا۔ قصص القرآن۔ کراچی: مکتبۃ الشیخ، ت۔ن۔

13۔لویس معلوف. المنجد في اللغة والأعلام. بیروت: دار العلم للملایین، 2000ء.

14۔البیہقی، احمد بن حسین بن علی، ابو بکر، الأسماء والصفات، جدہ، مکتبۃ السوادی 1993ء۔

15۔ الراغب الأصفهاني. حسین بن محمد، المفردات في غریب القرآن. بیروت: دار النشر اللغة العربية، 2018ء۔